نکتۂ نظر

مولانا مفتی جمیل احمد نذیری*

موجودہ دور میں ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال

(پہلی قسط)

یہ مسئلہ آج کل وسیع پیمانے پر غور وفکر کا موضوع بنا ہوا ہے، فاضل مضمون نگار نے ایک نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ مزید غور وفکر اور مسئلہ پر سنجیدہ بحث یا مخالفت میں ''الحق'' کے صفحات حاضر ہیں۔...... (ادارہ)

ٹی۔ وی اور انٹرنیٹ دورِ حاضر کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اہم ذرائع ابلاغ ہیں۔ ان کے ذریعہ خیر بھی پھیلایا جا سکتا ہے اور شر بھی، یہ چیزیں جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی، ویسی ہی ترسیل ہوگی۔ اصحاب خیر، خیر پھیلائیں گے، ارباب شر، شر۔ اور اب تک ہو یہ رہا ہے کہ ان سے شر پھیلانے کا کام ہی زیادہ لیا جا رہا ہے۔ اصحاب خیر و فلاح تو ان سے، زیادہ تر دور ہی دور رہے ہیں، اب کچھ دنوں سے یہ فکر پیدا ہوگئی ہے کہ ان سے خیر پھیلانے اور حق کی ترویج واشاعت کا کام لیا جائے، ٹی وی اور انٹرنیٹ کی راہوں سے باطل جو فساد پھیلا رہا ہے اور ایسے لوگوں کو متاثر کر رہا ہے جو اپنی معلومات کیلئے ٹی وی وانٹرنیٹ پر انحصار کرتے ہیں، ان کے سامنے کلمۂ حق بھی آ جائے اور باطل کی دسیسہ کاریاں بھی واضح ہو جائیں۔ دین کی باتیں ان لوگوں تک بھی پہنچ جائیں جن تک کسی اور ذریعہ سے پہنچنا ممکن نہیں۔

یہ فکر کہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، ایک اچھی اور قابل تعریف فکر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ بڑے نازک سوالات جُڑے ہوئے ہیں۔ جن میں سب سے اہم یہ ہے کہ ٹی وی پر جو تصویریں آتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

.....عورتوں، فلموں، عیش وعشرت کے تجارتی اشتہاروں، رقص وسرود، ناچ گانوں کے مناظر اور فحاشی عریانی پر مشتمل تصاویر ومضامین سے بحث نہیں، ان کے حرام ناجائز ہونے میں کسے شبہ ہوسکتا ہے۔

بات ان دونوں ذرائع ابلاغ کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کی ہے، لیکن تصویر اس کے لئے ایک لازمی شے ہے۔ انٹرنیٹ کے لئے تو تصویر لازمی نہیں، لیکن ٹیلی ویژن کا تصور تصویر کے بغیر ناممکن ہے۔ (لیکن انٹرنیٹ کے استعمال

* مہتمم جامعہ عربیہ 'عین الاسلام' نوادہ' مبارکپور' اعظم گڑھ (یوپی)

کے دوران بھی تصویروں اور بے پردہ تصویروں سے اجتناب عملاً ممکن نہیں۔)
جبکہ تصویر کشی، تصویر کا دیکھنا، دکھانا رکھنا شریعت میں حرام ہے۔ پر آخر ٹی وی پر دینی پروگرام کیسے آئیں؟ ٹی وی کو دینی مقاصد کے لئے کیسے استعمال کیا جائے؟ ﴿کسی ایسی چیز جس کو دیکھنا منع نہ ہو اس کی تصویر دیکھنے کی حرمت پر شاید قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہ پیش کی جا سکے، نصوص میں تصویر بنانے کی حرمت ملتی ہے دیکھنے کی نہیں۔﴾
جو لوگ کیمرے کے ذریعہ موجودہ زمانہ کی فوٹو گرافی کو جواز کی سند دے چکے ہیں، ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں، جیسے علمائے عرب کی ایک بڑی تعداد۔ لیکن ہندو پاک کے مستند ارباب فقہ وفتویٰ کی غالب اکثریت، اسے ناجائز وحرام کہنے پر متفق ہیں، ماضی میں جن حضرات نے جواز کی طرف قدم بڑھایا تھا ان میں سے بھی بعض نے تحقیق کے بعد رجوع کر لیا۔ ﴿یعنی حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ ان دونوں حضرات کے رجوع کا ذکر، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب عثمانیؒ نے اپنی کتاب ''جواہر الفقہ'' حصہ سوم کے ص ۱۷۰۔۱۷۱ پر کیا ہے۔ مقالہ کا عنوان ہے تصویر کے شرعی احکام۔﴾

لہٰذا اس پس منظر میں ٹی وی کی تصویروں کے متعلق پوری تحقیق لازمی چیز ہے۔ ٹی وی پر آنے والی تصویروں پر مفصل گفتگو سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ تصویر کی تعریف کیا ہے اور تصویر کسے کہتے ہیں؟
<u>تصویر کسے کہتے ہیں؟</u> تصویر کے لغوی معنیٰ ہیں ''صورت بنانا''۔ کسی شے کی صورت، اس کی وہ خاص ہیئت ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ غیر سے ممتاز ہو جائے۔ ''تصویر'' میں صورت بنانے کی وہ شکل بھی داخل ہے جسے کسی کی مورت بنانا کہتے ہیں۔
کسی بھی چیز کی صورت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) پائدار ومستقل　(۲) ناپائدار اور وقتی

پائدار: یعنی جو کسی چیز یا جگہ پر محفوظ ومستقر ہو جائے۔

وقتی: جو محفوظ وپائدار نہ رہ سکے۔

پائدار کو صورت ثابتہ ودائمہ کہتے ہیں۔ ناپائدار کو صورت مؤقتہ وغیر دائمہ کہتے ہیں۔ صورت ثابتہ ہی درحقیقت تصویر ہے، اور صورت مؤقتہ عکس، سایہ اور پرچھائیں وغیرہ کو کہتے ہیں۔

صورت ثابتہ یعنی تصویر کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مجسمہ　(۲) غیر مجسمہ

مجسمہ اور غیر مجسمہ کو بعض فقہائے کرام نے ذات ظل اور غیر ذات ظل (سایہ دار اور غیر سایہ دار) سے بھی تعبیر کیا ہے۔ ﴿الموسوعۃ الفقہیہ ۱۲/۹۳ شائع کردہ وزارت وشؤن اسلامیہ کویت﴾

اس سے معلوم ہوا کہ تصویر خواہ مجسمہ ہو یا غیر مجسمہ، یا بالفاظ دیگر سایہ دار ہو یا غیر سایہ دار، ہر ایک مرئی ہوتی ہے، نظر آتی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ تصاویر مجسمہ میں طول، عرض اور عمق پایا جاتا ہے۔ اس کے اعضاء کو چھو کر بھی الگ الگ بتایا جا سکتا ہے اور دیکھ کر بھی ممتاز کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کوئی مورتی اور بت ہو تو اس کی یہی کیفیت ہوتی۔

لیکن کسی کاغذ، کسی کپڑے پر بنی تصویر، جو کہ تصاویر غیر مجسمہ کہلاتی ہیں، ان میں صرف طول اور عرض ہوتا ہے،

عمق نہیں ہوتا۔ ان کے اعضاء کو چھو کر ممتاز نہیں کیا جاسکتا، صرف دیکھ کر ممتاز کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال مرئی دونوں ہیں، فرق صرف تمیز باللمس ہونے یا نہ ہونے میں ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تصویر کی کوئی تیسری قسم نہیں ہے کہ جو مرئی نہ ہو، پھر بھی اسے تصویر کہا جائے۔

تصویر کی بس دو ہی قسمیں ہیں، اور دونوں ہی مرئی ہوتی ہیں، نہ کہ غیر مرئی۔

تصویر کی تفصیل و تقسیم اور تعریف وتشریح میں فقہاء و اہل لغت سب کی اصطلاحات ایک جیسی ہیں۔ دونوں کی تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔

عکس اور سایہ: الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: ان الصورۃ۔ بالاضافۃ الیٰ ما ذکرناہ من الصور الثابتۃ۔ قد تکون صورۃ مؤقتۃ کصورۃ الشئی فی المراۃ، وصورۃ فی الماء والسطوح اللامعۃ، فانھا تدوم مادام الشئی مقابلا للسطح، فان انتقل الشیی عن المقابلۃ انتھت صورتہ۔ ومن الصور غیر الدائمۃ ظل الشئی اذا قابل أحد مصادر الضوء ومنہ ما کانوا یستعملونہ فی بعض العصور الاسلامیۃ ویسمونہ صور الخیال او صور خیال الظل فانھم کانو ایقطعون من الورق صور الأشخاص ثم یمسکونھا بعصی صغیرۃ .... ومن الصور غیر الدائمۃ الصور التلیفزیوفیہ، فانھا تدوم ما دام الشریط مستحرکا فاذا وقف انتھت الصورۃ ﴿حوالہ مذکورہ﴾

’’جن پائدار اور مستقل تصویروں کا ہم نے ذکر کیا ان کے علاوہ کچھ غیر پائدار تصویریں بھی ہوتی ہیں جو صورت مؤقتہ کہلاتی ہیں، جیسے کسی چیز کی تصویر کا آئینہ یا پانی یا چمکدار سطح میں آجانا۔ اس لئے کروہ تصویر اسی وقت تک رہے گی جب تک وہ چیز سطح کے بالمقابل رہے گی، اور جب وہ چیز مقابل سے ہٹ جائے گی تو تصویر ختم ہو جائے گی۔

غیر دائم اور ناپائدار تصاویر میں سے کسی چیز کا سایہ بھی ہے۔ جب تک چیز روشنی کی جگہ میں رہے گی، سایہ ہوگا (ہٹ جائے گی، سایہ ختم ہو جائیگا) انہی میں سے وہ بھی ہے جسے لوگ بعض اسلامی ادوار میں استعمال کرتے تھے اور اسی کا نام صور الخیال (خیال کی تصویر) یا سایہ کے خیال کی تصویر، رکھتے تھے۔ اس لئے کہ وہ ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے۔ پھر اس کو چھوٹے ڈنڈے کے زریعہ روک لیتے تھے اور چراغ کے سامنے اس کو حرکت دیتے تھے۔ تو اس کا سایہ سفید پردہ پر ڈھل جاتا تھا، جس کے پیچھے تماشائی کھڑے ہوتے تھے۔ اور وہ چیز دیکھتے تھے جو درحقیقت تصویر کی تصویر تھی۔

ناپائدار تصویروں میں سے، ٹیلی ویژن کی تصویریں بھی ہیں، اس لئے کہ وہ اس وقت تک رہتی ہیں، جب تک کیسٹ چلتی ہے اور جب کیسٹ رک جاتی ہے تو تصویر بھی ختم ہو جاتی ہے۔‘‘

عبارت مذکورہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تصویریں، جو کسی چیز یا جگہ پر دائم ومستقر ہوں، وہ عکس، سایہ یا اسی کے قبیل کی چیزیں کہلائیں گی۔ اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ عکس یا سایہ کو حقیقۃً تصویر نہیں کہا جاتا۔ اور آجتک کسی نے نہیں کہا۔

عکس اور تصویر کے فرق کو حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''تصویر و عکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ تصویر کسی چیز کا پائیدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائیدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہوجاتا ہے۔'' ﴿احسن الفتاویٰ ۳۰۲/۸﴾

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں: ''عکس کو جس وقت تک مسالہ لگا کر پائیدار نہ کرلیا جائے، اسوقت تک وہ عکس ہے۔ اور جب اس کو مسالہ کے ذریعہ پائیدار اور قائم کرلیا جائے وہی عکس، عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے، کیونکہ عکس، صاحب عکس کا ایک عرض ہے جو اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آئینہ پانی وغیرہ میں جبتک کہ ذی عکس انکے مقابل رہتا ہے اس وقت تک عکس باقی رہتا ہے اور جب وہ انکے محاذات سے ہٹ جائے تو عکس بھی اس کے ساتھ چل دیتا ہے۔

دھوپ میں آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اس کا عکس زمین پر پڑتا ہے مگر اس کا وجود آدمی کے تابع ہوتا ہے جس طرف یہ چلتا ہے عکس بھی اس کے ساتھ چلتا ہے۔ زمین کے کسی خاص حصہ پر اس کا قائم اور پائیدار ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کسی مسالہ، پالش اور رنگ کے ذریعہ سے اس کی تصویر نہ کھینچ لی جائے۔...... حاصل یہ ہے کہ عکس جب تک کہ مسالہ وغیرہ کے ذریعہ سے پائیدار نہ کرلیا جائے، اس وقت تک وہ عکس ہے۔ اور جب اس کو کسی طریقہ سے قائم و پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔ اور عکس جب تک عکس ہے، نہ شرعاً ہی کوئی حرمت ہے اور نہ کسی قسم کی کراہت۔ خواہ وہ آئینہ، پانی یا کسی اور شفاف چیز پر ہو، یا فوٹو کے شیشہ پر۔ اور جب وہ اپنی حد سے گزر کر تصویر کی صورت اختیار کریگا، خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ سے ہو یا خطوط ونقوش کے ذریعہ سے، اور خواہ یہ فوٹو کے شیشہ پر ہو یا آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر۔ اسکے سارے احکام وہی ہوں گے جو تصویر کے متعلق ہیں۔

غرض مسالہ لگا کر پائیدار کرنے سے پہلے صورت کا عکس فوٹو کے شیشہ پر بھی ایسا ہی حلال اور جائز ہے جیسے آئینہ، پانی وغیرہ میں۔ اور مسالہ لگا کر آئینہ وغیرہ شفاف چیزوں پر بھی عکس کا پائیدار کرلینا ایسا ہی حرام وناجائز ہے جیسا کہ فوٹو کے آئینہ پر۔ آج اگر کوئی مسالہ ایسا ایجاد کیا جائے کہ جب اس کو آئینہ پر لگایا جائے تو اس کے مقابل صورت اسی میں قائم ہوجائے۔ یا کوئی شخص اس صورت کو قلم وغیرہ سے آئینہ پر نقش کردے تو یقیناً اس آئینہ کی صورت کا وہی حکم ہوگا جو تمام تصاویر کا ہے۔'' ﴿آلات جدیدہ کے شرعی احکام ص ۱۵۰۔۱۵۱﴾

تصاویر کی قسمیں: تصویر بھی کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ ذی روح کی تصویر مثلاً کسی انسان یا کسی جانور کی پوری تصویر، کسی انسان یا جانور کی سر سمیت ادھوری تصویر۔ درختوں، پھول، پتوں، ڈالیوں کی تصویر، دریا، پہاڑ، غیر ذی روح مناظرِ فطرت کی تصویر۔ سورج، چاند، ستاروں کی تصویر، عمارتوں، شاہراہوں، باغوں، ہوائی جہاز، کشتی، ٹرین وبس اور گاڑیوں کی تصویر۔ کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی بغیر سر، کسی عضو مثلاً ہاتھ، پیر، پیٹ، پیٹھ کی تصویر۔

جن تصاویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے، وہ ذی روح کی پورے دھڑ کی تصاویر ہیں۔ یا وہ تصاویر ہیں جو اوپری

حصہ کی سر کے ساتھ ہوں۔ حرمت کے مباحث کا تعلق انہی دونوں قسموں کی تصاویر سے ہے۔

کب عکس دیکھنا بھی حرام ہوتا ہے؟ جس طرح کسی نامحرم کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اس کا عکس دیکھنا بھی حرام ہے۔ خواہ وہ نامحرم مرد ہو یا عورت۔ چنانچہ کتب فتاویٰ میں مصرح ہے کہ جس طرح اجنبی کا چہرہ دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح شیشہ یا پانی میں اس کا عکس پڑ رہا ہو تو وہ عکس دیکھنا بھی جائز نہیں ہے۔

ٹی وی پر آنے والی تصاویر: ٹی وی پر آنے والی تصاویر کی حقیقت کیا ہے؟ وہ واقعۃً اور اصطلاحاً تصاویر ہی ہیں یا عکس ہیں؟ یہ ارباب افتاء کے درمیان ایک اہم اختلافی موضوع ہے۔ اس طرح کی اب تک شائع شدہ جو تحریریں، راقم الحروف تک پہنچ سکی ہیں ان کی روشنی میں دونوں طرف کے نقطہ ہائے نظر اور دونوں طرف کے دلائل بالترتیب بیان کئے جاتے ہیں تاکہ غیر جانب داری کے ساتھ کسی نتیجہ تک پہونچنا آسان ہو۔

اب تک ٹی وی کے حرام و ناجائز ہونے پر جو فتاوے دیئے گئے ہیں، وہ یہی مان کر دیئے گئے ہیں کہ ٹی وی میں آنے والی تصاویر، حقیقۃً اور اصالۃً تصویر ہی ہوتی ہیں اور بعینہ وہی تصویر ہوتی ہیں جن کی احادیث میں حرمت وارد ہوئی ہے۔ یہ چونکہ ایک قدیم اور معروف نقطۂ نظر ہے، اس لئے فی الحال اسے چھوڑ کر، پہلے دوسرا نقطۂ نظر، پیش کرتے ہیں، اسی کے بعد قدیم اور معروف نقطۂ نظر کے قائلین نے، اپنا نقطۂ نظر ثابت کرتے ہوئے، دوسرے نقطۂ نظر کا جس طرح رد کیا ہے، اسے نقل کریں گے۔

ٹی وی کی تصاویر کے عکس ہونے کے دلائل: ٹی وی سے متعلق استفسار کرنے والے بعض حضرات نے، ٹی وی کی تصاویر کے عکس ہونے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔ ﴿دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۳۹۵ و ۳۹۶﴾

۱- اگر ٹی وی براہ راست ریز (شعاعوں) کے ذریعہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے، وہ اسی آن میں ہمیں دکھا رہی ہو، جیسے کبھی حج کے پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ جو کچھ وہاں حجاج کرام کرتے ہیں وہ ہم اسی آن میں یہاں دیکھتے ہیں، کیا اس وقت ٹی وی دور بین جیسی چیز نہیں ہوتی، اور کیا کسی آلہ سے اگر دور کی آواز سننا جائز ہے تو کیا دور کا دیکھنا جائز نہیں؟

۲- فلم میں ایک خرابی یہ بتائی جاتی تھی کہ اس میں تصویر ہے، اور تصویر حرام ہے۔ مگر ویڈیو کیسٹ کی حقیقت یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی تصویر نہیں چھپتی، بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (**Rays**) شعاعوں کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے، اسی طرح ان ریز شعاعوں کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی، لہٰذا فلمی فیتوں اور ویڈیو کیسٹ میں بڑا فرق ہے۔ فلمی فیتوں میں تو تصویر باقاعدہ نظر آتی ہے۔ جس تصویر کو پردہ پر بڑھا کر دکھایا جاتا ہے۔ مگر ویڈیو کیسٹ مقناطیسی ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کی کرنوں کو جذب کر لیتے ہیں۔ پھر ان جذب شدہ کو ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے۔ تو ٹی وی ان ریزوں کو تصویر کی صورت میں بدل کر اپنے آئینے میں ظاہر کر دیتی ہے۔ چونکہ یہ صورت متحرک اور غیر قار ہوتی ہے، اسے عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جاتا ہے۔ جب تک آئینے کے روبرو ہو، اس میں

صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی صورت میں ختم ہو جائے گی۔ یوں ہی جب تک ویڈیو کیسٹ کا رابطہ ٹی وی سے رہے گا۔ تصویر نظر آئے گی، اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔

۳- آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکسوں کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں، اس لئے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس ہی ہوتا ہے۔ تصویر نہیں بنتا۔ اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے، اب اگر اسی کو ناظرین تصویر کہیں تو یہ مجازاً ہوگا۔

۴- جب علماء نے بالاتفاق چھوٹی تصویر جیسے بٹن یا انگوٹھی کے نگینے پر تصویر کے استعمال کو جائز کہا ہے۔ مگر یہاں تو ویڈیو میں بالکل تصویر کا وجود ہی نہیں۔ اور کسی طاقتور خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔

ٹی وی کی تصاویر کو عکس قرار دینے کے یہ وہ دلائل ہیں جو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے سامنے پیش کر کے، ان سے جواب چاہا گیا ہے۔ موصوف کی کتاب ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' جلد ہفتم ۳۹۵ تا ۳۹۷ میں یہ استفسار مع جواب موجود ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ استفسار کنندہ نے ٹی وی کے متعلق بعض نئے گوشوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے علمی و نظریاتی گفتگو چھیڑی ہے۔ اس کا جواب بھی اسی انداز میں دینے کی ضرورت تھی۔ استفسار کنندہ کے نکات پر ایسی کوئی ٹھوس بات کہنی چاہئے تھی جس سے ان تصاویر کا حقیقۃً و اصالۃً تصویر ہونا ثابت ہو۔ لیکن افسوس کہ جواب میں اس پہلو پر کوئی خاص گفتگو نہیں کی گئی، سارا زور اسی پر ہے کہ ٹی وی آلۂ لہو و لعب ہے، اس میں رقص و سرود اور ناچ گانوں کے مناظر ہوتے ہیں، غیر محرم عورتیں عریاں لباس میں پروگرام پیش کرتی ہیں، اکثر پروگرام مخرب اخلاق اور فحش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان حقائق کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ٹی وی کی تصاویر کے حقیقۃً اور اصالۃً تصویر ہونے کے ٹھوس دلائل کی بھی ضرورت تھی، اور جواب میں یہی پہلو تشنہ ہے۔ بہر حال موصوف کے جواب کے اصل الفاظ قدیم و معروف نقطۂ نظر کے ذیل میں پیش کئے جائیں گے، فی الحال برصغیر ہند و پاک کی ایک اہم فقہی شخصیت کے خیالات سنئے! حضرت مولانا محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم درس ترمذی جلد پنجم ص ۳۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ٹیلی ویژن پر پیش کئے جانے جانے والے پروگراموں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم وہ ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے۔ اس کو بڑا کر کے ٹیوی کی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے، اس کے تصویر ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، اس لئے اس کو دیکھنا حرام ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو تصویر کا ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس میں فلم کا واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا بلکہ براہ راست وہ چیز ٹیلی کاسٹ کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی ٹی وی اسٹیشن میں بیٹھا ہوا تقریر کر رہا ہے، یا کسی اور جگہ تقریر کر رہا ہے اور ٹی وی کیمرے کے ذریعہ براہ راست اس کی تقریر اور اس کی تصویر ٹی وی اسکرین پر دکھائی جا رہی ہے۔ درمیان میں فلم اور ریکارڈنگ کا کوئی واسطہ نہیں

ہے۔اس براہ راست دکھائی جانے والی تصویر کو علماء کی ایک بڑی جماعت تصویر ہی قرار دے کر اس کے استعمال کو حرام قرار دیتی ہے۔لیکن اس کو تصویر قرار دینے میں مجھے تامل ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ تصویر وہ ہوتی ہے جس کو کسی چیز پر علیٰ صفۃ الدوام ثابت اور مستقر کر دیا جائے،لہٰذا اگر وہ تصویر علیٰ صفۃ الدوام کسی چیز پر ثابت و مستقر نہیں ہے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے، بلکہ وہ عکس ہے۔لہٰذا براہِ راست دکھائی جانے والی تصویر عکس ہے،تصویر نہیں۔مثلاً کوئی شخص یہاں سے دو میل دور ہے اور اس کے پاس ایک شیشہ ہے،اس شیشہ کے ذریعہ وہ یہاں کا منظر دیکھ رہا ہے۔ظاہر ہے کہ وہ شخص دو میل دور بیٹھ کر شیشے میں یہاں کا عکس دیکھ رہا ہے۔وہ تصویر نہیں دیکھ رہا ہے،اس لئے کہ یہ عکس کسی جگہ پر ثابت اور مستقر علی صفۃ الدوام نہیں ہے۔بالکل اسی طرح براہِ راست ٹیلی کاسٹ کرنے کی صورت میں برقی ذرات کے ذریعہ انسان کی صورت کے ذرات منتقل کئے جاتے ہیں،پھر ان کو اسکرین کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔لہٰذا یہ تصویر عکس سے زیادہ قریب ہے،تصویر کے مقابلے میں۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ دکھائی جاتی ہے،یعنی ایک تقریر اور اس کی تصاویر کے ذرات کو لے کر ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا،اور پھر ان ذرات کو اسی ترتیب سے چھوڑا تو پھر وہی منظر اور تصویر نظر آنے لگی۔میرے نزدیک اس کو بھی تصویر کہنا مشکل ہے۔اس لئے کہ جو چیز ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی ہے وہ صورت نہیں ہوتی، بلکہ وہ برقی ذرات ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ کی ریل کو خوردبین بھی لگا کر دیکھا جائے تو اس میں تصویر نظر نہیں آئیگی۔اس لئے میرا رجحان اس طرف ہے کہ یہ دوسری اور تیسری قسم تصویر کے حکم میں نہیں آتیں۔لہٰذا اگر کوئی ایسا صحیح پروگرام پیش کیا جارہا ہو جو فی نفسہ جائز ہو،اور ان دو ذریعوں مین سے کسی ایک ذریعہ سے پیش کیا جارہا ہو تو اس کو دیکھنا فی نفسہ جائز ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم ان کانا صوابا فمن اللہ وان کان خطا فمنی ومن الشیطان۔"

حقیقت یہی ہے کہ کیسٹ میں موجود تصاویر براہِ راست کیسٹ میں مرئی نہیں ہوتی۔بلکہ بذریعہ مشین شیشہ پر اس کا عکس آتا ہے۔یہ عکس آئینہ اور پانی پر آنے والے عکس کی طرح ہے جب تک صاحب عکس آئینہ کے سامنے موجود ہے عکس باقی ہے اور جب صاحب عکس نہیں تو عکس بھی نہیں۔اسی طرح جب تک کیسٹ مشین میں ہے اور مشین چل رہی ہے تو عکس ہے ورنہ عکس غائب۔

<u>ٹی وی کی تصویر کے واقعتہً تصویر ہونے کے دلائل:</u> جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ یہی قدیم اور معروف نقطۂ نظر ہے۔چنانچہ جن کتب فتاویٰ میں ٹی وی کو ناجائز وحرام بتایا گیا،اس کی ایک اہم اور بڑی بلکہ سب سے بڑی وجہ اس میں تصویروں کا ہونا ہے،اور وہ حضرات ان تصویروں کو حقیقی اصطلاحی تصویر قرار دیتے ہیں۔

مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: "ویڈیو کیسٹ: یہ اپنی فتنہ سامانی میں ٹی وی سے بھی دو گام آگے ہے،اس میں تو ہوتی ہی محفوظ تصویر ہے۔بعض لوگ یہاں بھی وہی تقریر شروع کر دیتے ہیں کہ اس کی تصویر بھی پانی یا

آئینہ میں دکھنے والے عکس جیسی ہے۔ حالانکہ کوئی عقل کا کوا بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ تصویر وعکس دو بالکل متضاد چیزیں ہیں، تصویر کسی چیز کا پائدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔ اصل کے غائب ہوتے ہی اس کا عکس بھی غائب ہو جاتا ہے۔ ویڈیو کے فیتے میں تصویر محفوظ ہوتی ہے، جب چاہیں جتنی بار چاہیں ٹی وی کی اسکرین پر اس کا نظارہ کرلیں۔ اور یہ تصویر تابع اصل نہیں۔ بلکہ اس سے بالکل لاتعلق اور بے نیاز ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو مر کھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں، مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔ ایسی تصویر کو کوئی پاگل بھی عکس نہیں کہتا۔ صرف اتنی سے بات کو لے کر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دینا کھلا مغالطہ ہے۔ اگر یہ منطق تسلیم کرلی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں، بلکہ معدوم ہے۔ اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنا دیتے ہیں۔ تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا؟ تصویر محفوظ ماننے کی تقریر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا۔ اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا کہ صرف تصویر دکھاتا ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگی، یک نہ شد دو شد ﴿احسن الفتاویٰ ۳۰۲/۸﴾

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی تحریر کرتے ہیں: ''ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویر لیتا ہے، وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں، لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔ اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاسکتا تھا۔ اس کو تصویر کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہاتھ سے تصویر بنانے کے فرسودہ نظام کے بجائے سائنسی ترقی میں تصویر سازی کا ایک دقیق طریقہ ایجاد کرلیا گیا ہے۔ لیکن جب شارع نے تصویر کو حرام قرار دیا ہے تو تصویر سازی کا طریقہ خواہ کیسا ہی ایجاد کرلیا جائے، تصویر تو حرام ہی رہے گی۔ ﴿آپ کے مسائل اور ان کے حل ۲۹۷/۷﴾

دلائل کا تجزیہ: ٹی وی کی تصویروں کو عکس قرار دینے والے اور ٹی وی کی تصویروں کو باقاعدہ تصویر اور فوٹو قرار دینے والے دونوں ہی طرح کے حضرات کے نقطۂ نظر اور دلائل سامنے آچکے۔ اب ان دلائل کے تجزیے کی ضرورت ہے۔ جو حضرات ان کو عکس قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کا خلاصہ وتجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے:

۱۔ ٹی وی کی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں سرے سے کوئی تصویر ہوتی ہی نہیں۔ کوئی حساس سے حساس اور طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی دیکھے تو بھی چھوٹی سے چھوٹی تصویر بھی نظر نہیں آسکتی۔

۲۔ گویا ٹی وی مشین اور ویڈیو کیسٹ کوئی تصویر نہیں کھینچتی۔ لہٰذا اس میں تصویر کا کہیں پر کوئی وجود ہی نہیں ہوتا۔

۳۔ ٹی وی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں سامنے والی چیزوں (خواہ جاندار ہو یا بے جان) کی ریز یعنی شعاعیں محفوظ اور جذب ہو جاتی ہیں، لیکن ان شعاعوں کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔ جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔

۴۔ یہ شعاعیں اسی طرح غیر مرئی ہوتی ہیں جیسے آواز ایک غیر مرئی چیز ہے۔ آواز، ٹیپ رکارڈ کی کیسٹوں میں محفوظ ہوتی ہے مگر نہ دکھائی دیتی نہ اس کی کوئی صورت ہوتی، نہ اس کو چھو کر اور ٹٹول کر دیکھا جاسکتا۔

اسی طرح ٹی وی کی مشین اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شعاعیں، نہ نظر آتی ہیں، نہ ان کی کوئی صورت ہوتی، نہ انہیں چھو کر

دیکھا جاسکتا ہے، نہ ٹٹولا جاسکتا ہے، لیکن ان کا ایک حقیقی وجود بہر حال ہے۔ جو ٹی وی مشین یا ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہونے کی صورت میں ہے۔

یہاں احقر کی سمجھ میں ایک اور بات یہ آتی ہے کہ چونکہ یہ شعاعیں غیر مادی ہوتی ہیں، اسلئے انہیں دیکھا جانا، یا چھونا، یا ان کی کوئی صورت بنانا ممکن نہیں، کیونکہ جو چیزیں مجروعن المادہ (وغیر مادی) ہوتی ہیں، انکی کیفیت یہی ہوتی ہے کہ ان کا وجود حقیقی ہوتا ہے، لیکن دیکھا جانا ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہی چیز دیکھی جاسکتی ہے جو مادی ہو۔ اسی طرح اس کی کوئی صورت بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ صورت کا تعلق بھی مادیات سے ہے۔ فلسفہ کی کتابوں میں مجردعن المادہ کی مثال میں نفس اور عقل کا تذکرہ آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں غیر مرئی ہیں، اور انکی کوئی صورت وشکل نہیں ہے۔

۵- سنیما میں دکھائے جانے والے فلمی فیتوں اور ویڈیو کیسٹ میں بہت بڑا فرق ہے۔ فلمی فیتوں میں تصویر باقاعدہ نظر آتی ہے، ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ اسے دیکھنے کیلئے نہ چشمہ کی ضرورت ہے، نہ خوردبین کی، اسی فلمی فیتے کو پردہ پر چڑھا کر دکھایا جاتا ہے۔ جبکہ ویڈیو کیسٹ میں تصویر کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہوتا، ان میں صرف ریز (شعاعیں) ہوتی ہیں۔

۶- کسی پروگرام کو جب مشین کے ذریعہ ٹی وی تک پہونچایا جاتا ہے یا ویڈیو کیسٹ کو ٹی وی سے بذریعہ مشین مربوط کر دیا جاتا ہے تو وہی شعاعیں تصویر میں تبدیل ہو جاتی ہیں، اور وہی تصویر دکھائی دیتی ہے جسکی شعاعیں تھیں۔

احقر کے خیال میں شعاعوں کا کسی چیز کو وجود میں لے آنا، یا اپنے عمل سے کوئی چیز ظاہر کر دینا، اس کی آج کل کی روز کی مثل یہ ہے کہ آٹو میٹک گاڑیاں روبوٹ کنٹرول سے، دور کھڑے ہو کر ہی لاک بھی کی جاتی ہیں اور لاک کو کھولا بھی جاتا ہے۔ لاک کے کھولنے اور بند کرنے میں شعاعوں کا ہی عمل دخل ہوتا ہے۔ اسی طرح ٹی وی کو چالو کرنے اور بند کرنے کے لئے بھی اسی قسم کا آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ آلہ چالو اور بند کرنے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور وہ ٹی وی سے کچھ فاصلہ پر ہوتا ہے۔ اس میں بھی اسی ریز (شعاعوں) کی کارستانی ہوتی ہے۔

شعاعوں کے عمل دخل کے معاملات تو بہت ہوں گے، انہیں اہل سائنس زیادہ اچھی طرح بتاسکتے ہیں، ویسے شعاعی ہتھیاروں (ریز ربموں) کا تذکرہ اخباروں میں بھی گاہے بگاہے آتا رہتا ہے۔

۷- ٹی وی میں آنے والی تصویروں کا براہِ راست تعلق شعاعوں سے ہوتا ہے۔ ان چیزوں سے نہیں ہوتا جن کی شعاعیں ہیں۔ آدمی مرکھپ جائے، چیزیں تباہ وبرباد ہو جائیں، ٹی وی کو ان سے لینا دینا نہیں۔ اگر شعاعیں فیتے میں موجود ہیں اور ان کا رابطہ ٹی وی سے قائم ہو گیا، تصویر آجائے گی۔

۸- گویا ٹی وی میں آنے والی تصویر کے سلسلہ میں اصل وہ اشخاص اور مناظر نہیں ہیں، بلکہ ان کی ریز (شعاعیں) ہیں۔ یہ تصویریں انہی شعاعوں کے تابع ہیں، اگر شعاعیں بذریعہ مشین، ٹی وی سے مربوط ہیں تو ٹی وی میں تصویر آئے گی۔ مربوط نہیں ہے تو تصویر نہیں آئے گی اور جب تک مربوط رہیں گی تبھی تک تصویریں آئیں گی۔ اور رابطہ ختم ہوتے ہی تصویریں غائب ہو جائیں گی۔

۹- اس اعتبار سے ٹی وی کی تصویریں شعاعوں کا عکس قرار پاتی ہیں، یعنی ناپائدار اور وقتی تصویریں۔ شعاعیں ٹی وی سے مربوط ہیں تو تصویر بھی ہیں، مربوط نہیں ہیں تو تصویریں بھی نہیں ہیں۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ آخری تینوں تحریروں (۷،۸،۹) کو ملانے سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی علیہ الرحمہ کا اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

''یہ تصویر تابع اصل نہیں، بلکہ اس سے بالکل بے تعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مرکھپ گئے، دنیا میں ان کا نام ونشان نہیں مگر ان کی متحرک، تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔'' ﴿احسن الفتاویٰ ۳۰۲/۸﴾

پہلی بات تو یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کوئی تصویر محفوظ نہیں ہوتی، نہ متحرک، نہ غیر متحرک، کیونکہ ویڈیو کیسٹ تصویر رکھنے کی چیز نہیں، بلکہ ریز اور شعاعوں کو محفوظ رکھنے کی چیز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویر بھی تابع اصل ہے۔ لیکن یہاں اصل کون ہے؟ اسی کو سمجھنے میں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اشخاص وافراد کو اصل سمجھا ہے، جبکہ اصل یہاں، اشخاص وافراد یا مناظر نہیں، بلکہ ان کی ریز (شعاعیں) ہیں۔ ٹی وی کی تصویر میں انہیں شعاعوں کی تبدیل شدہ شکل ہے اسی لئے ٹی وی کی تصویروں کا تعلق، اشخاص وافراد کے مرنے جینے یا موجود رہنے، نہ رہنے سے نہیں، بلکہ ان کی محفوظ شعاعوں کے رہنے، نہ رہنے سے ہے۔ آدمی غائب ہے، شعاعیں فیتے میں موجود ہیں، ان کا رابطہ ٹی وی سے ہو گیا، تصویر آئے گی۔ اور یہ سراسر ایک ناپائدار اور فیمتی تصویر ہوگی جو رابطہ ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے گی، جیسے عکس جس چیز کا ہوتا ہے اس کے ہٹتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احسن الفتاویٰ کے اسی فتوے میں کی یہ عبارت: ''تصویر کسی چیز کا پائدار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپائدار اور وقتی نقش ہوتا ہے۔'' ﴿حوالۂ مذکورہ﴾ سے ٹی وی کی تصویروں کا حقیقۃً اور اصطلاحاً فوٹو وتصویر ہونا منعدم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ناپائدار اور وقتی تصویر، حقیقۃً اور اصطلاحاً تصویر نہیں کہلاتی۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:

''صرف اتنی سی بات کو لیکر کہ ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کر دینا، کھلا مغالطہ ہے۔''

لیکن احقر کو حضرت مفتی صاحب کی اس تحریر میں ہی غلط فہمی نظر آتی ہے۔ مغالطہ یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویروں کو عکس قرار دینے والے یہ نہیں کہتے کہ ''ویڈیو کے فیتے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی۔'' بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ویڈیو کے فیتے میں تصویر ہوتی ہی نہیں، ویڈیو کے فیتے میں کہیں پر بھی فوٹو اور تصویر کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ صرف ریز وشعاعوں، کا وجود ہوتا ہے۔ جو نہ دکھائی دیتی ہیں اور نہ جن کی کوئی صورت وشکل ہی ہوتی ہے۔

کسی چیز کا نظر نہ آنا اور سرے سے موجود نہ ہونا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کہتے ہیں: ''اگر یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ فیتے میں تصویر محفوظ نہیں، بلکہ معدوم ہے، اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش ٹی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنواتے ہیں۔ تو اس لاحاصل تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا۔ تصویر محفوظ ماننے کی تقدیر پر ٹی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا۔ اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا، کہ صرف تصویر دکھاتا

ہی نہیں، بناتا بھی ہے۔ اب تو اس کی قباحت دو چند ہوگئی، یک نہ شد دو شد۔''

اس تحریر میں بھی مغالطہ ہے۔ ''ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقوش'' نہیں، بلکہ ''ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شعاعیں''، ''ٹی وی اسکرین پر جاکر تصویر بنا دیتے ہیں'' نہیں، بلکہ ''تصویر میں بدل جاتی ہیں۔'' لہٰذا ٹی وی تصویر سازی کا آلہ تو ہوا نہیں۔ البتہ تصویر نمائی کا آلہ ضرور ہے، لیکن ناپائدار اور وقتی تصاویر دکھاتا ہے، نہ کہ پائدار اور قائم و مستقر تصاویر۔ کیونکہ ٹی وی سے لے کر ویڈیو کیسٹ تک، پائدار و قائم تصاویر کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اب آئیے! حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ کی دلیل کی طرف، وہ فرماتے ہیں: ''ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگر چہ غیر مرئی ہیں، لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔ اور اس کو ٹی وی پر دیکھا اور دکھایا جاسکتا ہے۔''

ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ کوئی تصویر نہیں لیتا بلکے سامنے والی چیزوں کی شعاعوں کو ٹیپ و جذب کر لیتا ہے۔ اور شعاعیں ایسی چیز نہیں جنہیں دیکھا جاسکے۔ لہٰذا تصویر کو موجود ماننا اور اسے غیر مرئی کہنا، صحیح نہیں۔ اسی طرح یہ جملہ ''لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے۔'' غلط فہمی پر مبنی ہے۔ وہاں تصویر موجود ہی نہیں تو محفوظ ہونا کیا معنی؟، ٹی وی پر جو چیز دیکھی اور دکھائی جاتی ہے وہ شعاعیں ہوتی ہیں جو بدل کر وقتی تصویر بن جاتی ہیں۔ اور جس چیز کی شعاعیں ہوتی ہیں، شعاعیں بدل کر، وہی چیز بن جاتی ہیں۔ اس کام میں سارا عمل دخل ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کے آلات کا ہوتا ہے۔

ٹی وی کی تصویروں کا معاملہ صور الخیال (خیال کی تصویر) جیسا بھی نہیں۔ کیونکہ موسوعۂ فقیہ کے بیان کے مطابق ''تماشہ دکھانے والے ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے، پھر انہی کو چھوٹے ڈنڈے پر روک کر چراغ کے سامنے کر کے دکھاتے تھے تو اس کا سایہ سفید پردہ پر ڈھل جاتا تھا اور تماشائیوں کو پوری تصویر دکھائی دیتی تھی جو حقیقت میں تصویر کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ پہلی تصویر ورق کے ذریعہ، دوسری تصویر ورق کے سایہ کے ذریعہ۔

صور الخیال کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں پہلے سے ایک تصویر ورق سے کاٹ کر بنائی جاتی تھی۔ جبکہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں پہلے سے کوئی تصویر موجود نہیں ہوتی۔ علامہ شامیؒ نے صور الخیال کے ناجائز ہونے کی وجہ خود ہی لکھ دی کہ لأنها تبقى معه صورة تامة (اس لئے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے)

اسی طرح ٹی وی کے ماہرین کی طرف منسوب یہ بات بھی تعجب خیز اور محتاج ثبوت ہے کہ ''ماہرین کا کہنا ہے کہ موسیارہ اور مونظام کی مدد سے بذریعہ مشین (کیمرہ) پہلے پروگراموں کو مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جاتا ہے۔ پھر مشین کے ذریعہ ٹیلی کاسٹ کر کے ٹی وی تک پہونچایا جاتا ہے۔''........لیکن پھر بھی اولاً تصویر کشی ہوتی ہے۔''

''مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جانا اور اولاً تصویر کشی ہونا'' کون سے ماہرین کہتے ہیں، ان کا نام لکھنا چاہئے۔ ماہرین تو شعاعوں کے جذب و ٹیپ کرنے کی بات کرتے ہیں آخر ٹی وی کے وہ کون ماہرین ہیں جو کہتے ہیں کہ ''پہلے پروگراموں کو مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جاتا ہے۔'' یا یہ کہ ''اولاً تصویر کشی ہوتی ہے۔''

اگر اس میں تصویر محفوظ ہوتی ہے تو طاقتور سے طاقتور اور حساس سے حساس خورد بین سے بھی نظر کیوں نہیں

آتی۔ پوری نظر نہ آئے، کچھ نقوش ہی نظر آجائیں، مگر ایسا بھی نہیں۔

بہر حال ماہرین کا نام لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر یہ دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ اور یہ استدلال کہ:

''ٹی وی پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض سایہ نہیں ہے، کیونکہ اگر محض سایہ ہوتا تو پروگرام کے ختم ہونے کے بعد اس کو دیکھنے کا امکان باقی نہ رہتا۔'' میں کوئی مضبوط استدلال نہیں، کیونکہ جب پروگرام کے ریز جذب کر لئے گئے تو اصل حیثیت اب ریز (شعاع) کی ہوگئی۔ پروگرام اگرچہ ختم ہو جائے، لیکن ترتیب سے شعاعیں جذب کی گئی ہیں، شعاعوں کا تعلق جونہی ٹی وی سے قائم ہوگا اسی ترتیب سے پروگرام پھر دکھائی دینے لگے گا۔ اور یہ شعاعیں غیر مرئی ہوتی ہیں، ان کی کوئی شکل وصورت بھی نہیں ہوتی، تفصیل بار بار گزر چکی ہے۔

ایک اشکال جو راقم الحروف کے ذہن میں پیدا ہوا، اس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ عکس ذی عکس کے مشابہ ہوتا ہے، ظل (سایہ) صاحب ظل کے مشابہ ہوتا ہے، پھر آخر یہاں ٹی وی کی تصویریں جو کہ محفوظ شعاعوں کا عکس قرار دی جارہی ہیں، وہ شعاعوں کے مشابہ کیوں نہیں؟ یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ اہل سائنس ہی حل کر سکتے ہیں، ان دونوں میں مشابہت ومماثلت کا کیا انداز ہے، اسے بس وہی بتا سکتے ہیں، البتہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانیؒ کے ایک جملہ سے راقم کو اپنا اشکال حل ہوتا نظر آیا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' کے ص ۱۵۰ پر عکس کو صاحب عکس کا ''عرض'' فرمایا ہے اور ''عرض'' اور 'جوہر' میں مماثلت ضروری نہیں۔ ﴿''عرض'' اور ''جوہر'' فلسفیانہ اصطلاحیں ہیں' جوہر اس کو کہتے ہیں' جو بذاتہ قائم ہو' اپنے قائم ہونے میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو' جیسے اجسام وغیرہ' جو ہر عین بھی کہتے ہیں۔ اور عرض' اسے کہتے ہیں جو بذاتہ قائم نہ ہو' بلکہ اپنے وجود وقیام میں کسی دوسرے (مثلاً جوہر) کا محتاج ہو' جیسے الوان' حرارت' وبرودت' حرکت وسکون وغیرہ۔ یہاں فلسفہ اصطلاحوں سے دامن بچایا نہیں جا سکتا' کیونکہ زیر بحث مسائل سائنسی ایجادار کا نتیجہ ہے اور فلسفہ کی ایک قسم' 'ریاضیات'' میں سائنس داخل ہے۔﴾ الموسوعۃ الفقہیہ میں ٹیلی ویژن کی تصاویر کو، مانند عکس وسایہ، غیر دائمہ تصویر میں کیا گیا ہے۔

ومن الصور غير الدائمة الصور التليفزيونية، فانها تدوم ما دام الشريط متحركا فاذا وقف انتهت الصورة ﴿الموسعۃ الفقیہ ۱۲/۹۳﴾

ناپائدار تصاویر میں سے، ٹی وی کی تصاویر ہیں، کیونکہ جب تک کیسٹ چلتی رہتی ہے، تہ ماویر رہتی ہیں، اور جب کیسٹ بند ہو جاتی ہے، تصاویر ختم ہو جاتی ہیں۔

یہ عبارت، اس بحث کی ابتداء میں عکس وسایہ کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قارئین کرام! عکس وسایہ کی بحث پر ایک نظر پھر ڈال لیں۔ اس طرح تصویر کی جو تعریف ہے، اسے بھی ذہن میں رکھیں۔

کوئی چیز آلہ میں موجود ہے، نظر نہیں آتی، اس کا حکم حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے ایک سوال کیا گیا

''فوٹوگرام جو ایک آلہ نقل الصوت ہے، اس میں تقاریر، نغمات موسیقی اور قراء سے رکوعات قرآن مجید کی آواز میں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں۔.... یہ امر قابل گذارش ہے کہ جس آلہ سے اس کی پلیٹ پر صوت بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط و دوائر کے طور پر بن جاتے ہیں، اور جب اس کی مشین چلائی جاتی ہے تو اس کا ایک پرزہ جس کے آخر میں ہیرے کی کنی لگ ہوتی ہے وہ کنی ان دوائر پر گشت کرتی ہے اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے، وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے، بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تمایز ہو، لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس کیسٹ پر فلاں چیز منقش ہے، اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے، اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آلہ لہو ہے، نہ تذکر، اسلئے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے، لیکن اگر کوئی بھر دے تو اس پلیٹ کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں؟ الخ

حضرت تھانویؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ''ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو، حروف مکتوبہ کے حکم میں نہیں۔ اس لئے ان کا مس کرنا محدث و جنب کو جائز ہے، جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیہ کا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کو حکم حروف مکتوبہ کا دیا جائے گا یہ حکم تو نقوش کا ہے۔ اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے، بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے، مشابہ صوتِ طیر اور صدا کے، پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا۔ مثلاً بنا بر روایت درمختار وغیرہ اس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ الخ ﴿امداد الفتاویٰ ۴/۲۴۴﴾

اس سوال و جواب سے وڈیو کیسٹ اور سی ڈی کا معاملہ بھی حل ہوتا نظر آتا ہے جو چیز حقیقت میں کسی آلہ میں موجود ہو، لیکن دکھائی نہ دے، محسوس و مشاہد نہ ہو، اس پر وہ حکم نہیں لگ سکتا، جو اس کے وجود خارجی اور محسوس و مشابہ ہونے کی صورت میں لگتا۔ لہٰذا وڈیو کیسٹ کی غیر مرئی تصاویر (شعاعوں) پر حقیقی تصاویر کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ نہ ان پر وہ وعیدیں صادق آئیں گی جو حقیقی تصاویر سے متعلق ہیں۔ البتہ اگر وہ پروگرام ہی منکرات پر مشتمل ہو تو منکرات کی وعیدیں اس پر صادق آئیں گی۔

قابل غور پہلو:

۱- حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ٹیلی ویژن کی تصاویر کی جو تین قسمیں بیان فرمائی تھیں، ان میں سے دوسری اور تیسری قسم میں، ان تصویروں کا حقیقی واصطلاحی تصویر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ البتہ پہلی قسم بلاشبہ تصویر ہی کی ہے۔ یعنی یہ کہ ''ٹی وی پر ایسی چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے، اس کو بڑا یا چھوٹا کر کے، ٹی وی کی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے، اس کے تصویر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس لئے اس کو دیکھنا حرام ہے، اور اس کا وہی حکم ہے جو تصویر کا ہے'' ﴿درس ترمذی ۵/۳۵۱﴾

۲- وڈیو کیسٹ کے علاوہ ایک چیز سی ڈی بھی ہے۔ اس میں بھی ریز (شعاعیں) ہی ہوتی ہیں، تصویر کا کوئی وجود نہیں

ہوتا۔ لہٰذا سی ڈی کا حکم بھی ویڈیو کیسٹ جیسا ہے۔ (سی ڈی کو کمپیوٹر میں ڈال کر یا سی ڈی پلیر میں ڈال کر ٹی وی کی طرح دیکھا جاتا ہے۔

ٹی وی: ذریعۂ ابلاغ، نہ کہ آلۂ لہو ولعب　ریڈیو اور ٹی وی، دو ملتی جلتی چیزیں ہیں، دونوں کے پروگراموں کی نوعیت بھی تقریباً یکساں ہے۔ فرق یہ ہے کہ ریڈیو میں تصویر نہیں آتی۔ ٹی وی میں تصویر آتی ہے۔ اس لئے ریڈیو کے بارے میں مفتیانِ کرام کی کیا آراء ہیں؟ انہیں دیکھنے کی ضرورت ہے، ان کی روشنی میں ٹی وی کی حیثیت بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

''ریڈیو کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بدمذاقی سے مخرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ کیا جا رہا ہے، لیکن خبروں اور دوسری مفید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے، اسلئے اسکا حکم بھی وہی ہے جو قسم دوم کے آلات کا ہے، کہ جائز کاموں میں اسکا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے اور اس کی صنعت و تجارت مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو اگرچہ خریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے۔''(۱)

غور کیجئے! حضرت مفتی صاحب نے ریڈیو کے متعلق، حکم بیان کرنے سے پہلے جو تین ابتدائی سطریں لکھی ہیں، اگر ریڈیو کی جگہ ٹی وی رکھ دیا جائے، تو کیا وہی سطریں ٹی وی پر صادق نہیں آ جائیں گی؟

بہرحال مفتی صاحب نے ریڈیو کا حکم بیان کرتے ہوئے قسم دوم کے آلات کے حکم کا جو تذکرہ کیا ہے، وہ مذکورہ عبارت سے ایک صفحہ پہلے ''آلات و ایجادات جدیدہ کے احکام'' کے عنوان کے تحت یوں ہے۔

''جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ناجائز میں بھی، جیسے جنگی اسلحے کہ اسلام کی تائید وحمایت میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں، مخالفت میں بھی، یا ٹیلی فون، تار، موٹر، ہوائی جہاز، ہر قسم کی جائز و ناجائز عبادت و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں، ان کی ایجاد، صنعت و تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے۔ اور جائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے، حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔''

تقریباً یہی رائے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی بھی ہے۔(۲)

بعینہ یہی صورت حال، ٹی وی کی بھی ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا، ٹی وی میں چونکہ تصویر آتی ہے، اس لئے ریڈیو کی بہ نسبت ٹی وی کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔ لہٰذا ٹی وی کی تصویروں کے متعلق شرعی نقطۂ نظر سے بحث و تحقیق کی جانی چاہئے، لیکن ریڈیو کی طرح اسے بھی آلات لہو ولعب میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ ٹی وی کا ''فی نفسہ شر'' نہ ہونا حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کو بھی تسلیم ہے۔

''اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور وہ ٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کر دے، ٹی وی میں عورتوں کا گزر نہ ہو، کسی جاندار کی تصویر بھی پیش نہ کی جائے، اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو، جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے، استعمال کی مخصوص حدود

وشرائط وقت کے محقق سے طے کرائے ، تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلۂ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ مگر بحالات موجودہ یہ قطعاً آلۂ شر ہے اور اسکے قلب ماہیت کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔''(۳)

بہر حال ٹی وی ان چیزوں میں سے ہے جس کے بارے میں فقہی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ:

مالا تقوم المعصية بعينه۔ معصیت اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں،

یعنی اصل شے میں معصیت نہیں، معصیت، استعمال اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتی ہے، لہو ولعب میں اس کا استعمال بھی خارجی عناصر میں سے ہے۔ اب عالم عرب کی ایک معروف ومشہور شخصیت علامہ یوسف القرضادی کی رائے بھی ملاحظہ کیجئے۔ ''ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبار اور میگزین کی طرح ہے، یہ ساری چیزیں کچھ اغراض و مقاصد کی تکمیل کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں، نہ تم انہیں حلال کہہ سکتے ہو، نہ حرام، ان کی حلت وحرمت کا مدار ان چیزوں پر ہے جن کا ان سے کام لیا جارہا ہے، اور جو پروگرام اور جو چیزیں ان پر پیش کی جارہی ہیں..........جیسے تلوار، مجاہد کے ہاتھ میں ہو تو جہاد کا ایک بڑا ہتھیار ہے۔ اور ڈاکو کے ہاتھ میں جرم کا ایک سامان،........پس شے کا حکم اس کے استعمال کے اعتبار سے ہوگا۔ اور وسائل ہمیشہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حلت وحرمت کا حکم رکھتے ہیں۔

ممکن ہے کہ ٹیلی ویژن ،فکری، نفسی واخلاقی اور اجتماعی، تعمیر وترقی کا زبردست وسیلہ بن جائے ، یہی حال ریڈیو اور اخبار کا بھی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فساد و بگاڑ اور تخریب کاری کا بڑا سامان بن جائے ، یہ سب ٹیلی ویژن کے طریقہ استعمال، پروگرام اور اس سے نشر کی جانے والی چیزوں کی نوعیت پر منحصر ہے۔ (۴)

فقہائے عظام کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بعض وقت لہو کے خالص آلات کی بھی، نیک مقاصد کے لئے ،استعمال کی اجازت دی ہے۔ درمختار میں ہے: ومن ذلک ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبه فلا باس به (۵) ملاہی میں سے تفاخر کے لئے ڈھول بجانا ہے۔ اور اگر آگاہی کے لئے بجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں: "اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے آلۂ لہو بذات خود حرام نہیں، بلکہ جب اس سے لہو کا قصد ہو، تب حرام ہے، اور یہ قصد خواہ سننے والے کی طرف سے ہو، یا جو اس کے ساتھ مشغول ہو، اس کی طرف سے ہو، اضافت اسی بات کو بتاتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسی آلہ کا بجانا سننے والے کی نیت کے مختلف ہونے سے، کبھی حلال ہوتا ہے کبھی حرام، اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (۶)

الأمور بمقاصدها (امور کا مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے) ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ اس قاعدہ پر فقہاء کرام نے بہت سے مسائل متفرع کئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ نے ''الاشباہ والنظائر'' میں، اس قاعدہ کے تحت جو فروع ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: قاضیخان نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ انگور کے شیرہ کی بیع، اس شخص کے ہاتھ جو اس سے شراب بناتا ہے، اگر تجارت کے قصد سے ہو تو حلال ہے اور شراب بنانے کیوجہ سے ہو تو حرام ہے۔ (۷)

جس زمانہ میں گراموفون نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور کثرت سے استعمال بھی ہونے لگا تھا، اسی زمانہ میں متعدد

حضرات نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق استفتا کیا۔ یہ استفتاء اور جوابات امداد الفتاویٰ کی جلد چہارم ص ۲۴۳ تا ص ۲۵۰ مرقوم ہیں۔ چند جوابات، جستہ جستہ درج کیے جاتے ہیں۔ ان جوابات سے ٹی وی کی نوعیت متعین کرنے میں بھی سہولیت ہوگی۔

حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''احکام کبھی شے کی ذات پر نظر کر کے مرتب ہوتے ہیں اور کبھی عوارض پر نظر کر کے اور ان دونوں قسم کے احکام کبھی باہم مختلف بھی ہو جاتے ہیں پس اگر اس آلہ من حیث الالۃ کی ذات پر نظر کی جائے تو حقیقت اس کی باجہ نہیں۔ چنانچہ ضرب یا قرع یا غمز سے نہیں بجتا اور نہ اس میں کوئی خاص صوت ہے، بلکہ یہ حکایت ہے اصوات کی، جیسے گنبد میں صدا، یعنی آواز باز گشت کی پیدا ہو جاتی ہے، اس کو کوئی باجہ نہیں کہتا، پس وہ حکم میں تابع ہوگی صوت محکی عنہ کے۔ اگر صوت معازف ومزامیر کی ہے، اس کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ مشروع ہے یہ بھی مشروع، اگر وہ غیر مشروع ہے، یہ بھی غیر مشروع ہے الخ۔'' (۸)

اسی سلسلے کے ایک اور فتوے میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز اگر چہ بذاتہ جائز وحلال ہو، جائز طریقہ سے بھی اس کا استعمال، حرام تک پہونچانے کا ذریعہ بن جائے، اہل تلہی سے مشابہت ہو جائے، تو یہ چیزیں سدّ اللذرائع، جائز وحلال سے بھی روکنے میں مؤثر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ مفاسد، مفاسدِ عارضہ کہلاتے ہیں، اور مفاسد عارضہ اور ضرورت کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فوراً منع کا حکم نہیں لگے گا، بلکہ قواعد شرعیہ کو دیکھ کر اور ان کی تحقیقات کر کے ایسی صورت اپنائی جائے گی جس سے مفاسد کا انسداد بھی ہو اور ضرورت شرعیہ کی تحصیل بھی ہو جائے۔

پھر حضرت تھانویؒ نے آگے لکھا ہے کہ جہاں سد الذرائع کسی چیز کی ممانعت کی جاتی ہے تو یہ احتیاطی حکم ہوتا ہے اور اس کی حفاظت وصیانت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی احوط کو ترک کر دے تو نہ اس پر کوئی مواخذہ کیا جا سکتا، نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کی گنجائش ہے۔ (۹)

آخر میں حضرت تھانویؒ کی ہی ایک اور چشم کشا عبارت نقل کرنے کا جی چاہتا ہے: ''اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے، تو وہاں بدعت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ جبتک کہ انکی پوری اصلاح نہ ہو جائے۔ جیسے مروجہ میلاد شریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے، مگر کالج میں جائز، بلکہ واجب ہے کیونکہ اس بہانے سے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپکے فضائل ومعجزات سن تو لیتے ہیں، تو اچھا ہے کہ اسطرح حضور ﷺ کی عظمت ومحبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔'' (۱۰)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں میڈیا کو جو اہمیت حاصل ہے، اور ذرائع ابلاغ جس طرح لوگوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں، ٹی وی جیسے اہم ذریعہ ابلاغ کو، آلۂ لہو ولعب قرار دے کر، دامن جھٹک کر کنارے کھڑے ہو جانا دانشمندی نہیں، بلکہ قواعد شرعیہ کی روشنی میں حقائق تک پہونچ کر صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہاں بھی دیکھنا ہے کہ مفاسد عارضہ کیا ہیں اور ''ضرورت شرعیہ'' کیا ہے؟ اگر دونوں میں تعارض نظر آتا ہے، اور فی الواقع کچھ اسی قسم کی صورت حال ہے، تو قواعد کی تحقیق کر کے احکام کو اپنے مدارج پر رکھنا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

(جاری ہے)